جلد ۱۹ شمارہ ۵

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ہجرت ۱۳۵۷ ہش

مئی ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر :

سید عبدالحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

○ ہجرت ۱۳۵۷ ہش

○ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

○ مئی ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ دس روپے

فی پرچہ ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر ..... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع ..... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام ..... دفتر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

اشاعت ..... دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۹	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۵

ایک اہم بین الاقوامی کانفرنس

ماہِ جون کے پہلے ہفتہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے لنڈن میں بین الاقوامی سطح پر ایک اہم کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں ایسے علمی مقالے پڑھے جائیں گے جن میں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ (۱) حضرت مسیح ناصری علیہ السلام صلیب پر چڑھائے تو ضرور گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص تدبیر سے وہ صلیب سے زندہ ہی اتر آئے تھے (۲) واقعہ صلیب کے بعد صحت یاب ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی تلاش میں مشرقی ممالک کی طرف ہجرت کی اور مختلف ملکوں سے ہوتے ہوئے آخر کشمیر پہنچے۔ جہاں آپ نے حدیث نبوی ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائۃ وعشرین سنۃ ۱۲۰ برس کی طبعی عمر پا کر وفات پائی اور آپ کی قبر سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے۔

بظاہر یہ ایک خالص علمی اور تاریخی موضوع ہے۔ اور ایک مذہبی جماعت کو جس کا مقصد اولیٰ تبلیغ اسلام ہے۔ اس میں فریق بننے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن مذاہب عالم کا مطالعہ کیا جائے تو دنیا کے تین اہم مذاہب کے عقائد اور تعلیمات سے اس مسئلہ کا براہِ راست تعلق ہے۔ اور انہی عقائد کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفاتِ مسیح کے مسئلہ کو بہت اہمیت دی ہے۔

۱۔ یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ تورات میں لکھا ہے کہ

جو کاٹھ پر لٹکایا جائے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ (استثنا ۲۱: ۲۳)

چونکہ یہود عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو کاٹھ پر لٹکانے میں (اپنے خیال کے مطابق) کامیاب ہو گئے تھے۔ اس لئے نعوذ باللہ وہ لعنتی قرار پائے اور خدا کا نبی اور رسول لعنت سے پاک ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے دعوئے نبوت میں صادق قرار نہیں پاتے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب سے جب اتارا گیا اس وقت وہ زندہ تھے اور بعد میں انہوں نے کامیاب لمبی زندگی پائی تو یہود کا مسیح علیہ السلام کے متعلق عقیدہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ انہیں مسیح علیہ السلام کو سچا نبی ماننا پڑے گا اور یہ امر ان کو اسلام کے قریب کرنے کی طرف پہلا قدم ہوگا۔

۲۔ موجودہ عیسائیت کے عقائد کی بنیاد ہی مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت اور پھر مُردوں میں سے جی اٹھنے پر استوار کی گئی ہے۔ پولوس رسول کہتے ہیں۔

اگر مسیح (مُردوں میں سے) جی نہیں اُٹھا تو ہماری منادی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ (۱۔کرنتھیوں ۱۵-۱۴)

دراصل جب مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ اس وقت ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والے عوام بلکہ خواص بھی آپ کی صداقت کے متعلق متذبذب ہو گئے تھے۔ پھر جب آپکو صلیب سے اتارا گیا۔ اور باوجود اس کے کہ آپ زندہ تھے۔ حالات نے ایسا رخ اختیار کیا گیا کہ آپ کی موت کی تشہیر ہی قرینِ مصلحت سمجھی گئی ۔ تو عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے اس "فرضی موت" کو ہی بنیاد بنا کر عقائد کی عمارت استوار کی گئی چنانچہ عیسائیوں کے تین بنیادی عقائد ہیں۔

۱۔ موروثی گناہ ۔ آدم اور حوّا نے گناہ کیا اور ان کی نسل میں وراثت کے طور پر یہ گناہ اتر آیا اور وہ سب گنہگار ہوئے

۲۔ ابن اللہ کی قربانی ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے وہ ساری نوع انسانی کو سزا نہیں دینا چاہتا تھا اور عادل بھی ہے اس لئے وہ کسی کو سزا دیئے بغیر چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو انسانی شکل میں بھیجا۔ اور وہ تمام نوع انسان کی طرف سے ان کے موروثی گناہ کے عوض صلیب پر چڑھا اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوا۔

۳۔ تثلیث ۔ تین خدا ماننے کی ضرورت بھی اس لئے پیش آئی ۔ کہ ایک خدا (ابن اللہ) کی قربانی دیئے بغیر مذکورہ فلسفہ گناہ وکفارہ میں منطقی تسلسل پیدا نہیں ہوتا تھا۔

تو گویا موجودہ عیسائیت کی ساری بنیاد صلیب پر مسیح کے جان دینے سے ہے۔ اگر دلائل و براہین سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی تو عقائد کی اس ساری عمارت میں زلزلہ آ جائے گا۔ اور پولوس کی یہ بات صحیح ثابت ہوگی کہ "اگر مسیح جی نہیں اٹھا تو ہماری منادی بے فائدہ ہے۔" اور عیسائیوں کے لئے ان فرسودہ عقائد پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔ لہذا لازماً وہ اللہ تعالیٰ کے آخری دین اسلام کی طرف توجہ کریں گے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کے متعلق یہ خبر دی ہے "یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ" کہ وہ صلیب کو توڑیگا۔ مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کا مطالعہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہ نمائی اسی طرف فرمائی کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی تو عیسائیت کا سارا زور ٹوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو توفیق بھی دی کہ وہ اس صحیح نظریہ کی دنیا میں اشاعت فرمائیں اور حضور کو عقلی اور نقلی دلائل بھی مہیا فرمائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اسی سے زائد تصانیف میں۔ اشتہارات اور گفتگو میں اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے ۔ اور قرآن کریم۔ احادیث نبویہ۔ بزرگان سلف کی تفاسیر اناجیل تاریخ اور عقلی دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہیں پائی اور ان کو اس مادی جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ آسمان پر نہیں لے گیا۔ بلکہ انہوں نے لمبی عمر پائی ۔ اور اسی زمین میں ایک بشر اور رسول کی حیثیت سے

آپ نے وفات پائی۔

۳۔ تیسرا بڑا طبقہ جو مسیح علیہ السلام کی حیات سے براہ راست متعلق ہے۔ وہ مسلمانوں کا ہے۔ فیج اعوج کے زمانہ کی تفاسیر میں نادانستہ اور سادگی سے یہ نظریہ کثرت سے دہرایا گیا کہ جب یہود مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے والے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسیح کے ایک مرید کو آپ کا ہم شکل بنا دیا۔ یہود نے اسے پکڑ کر اپنے زعم میں مسیح علیہ السلام کو صلیب دی۔ لیکن مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے ان کے مادی جسم کے ساتھ ہی آسمان پر لے گیا۔ جہاں وہ ابتک زندہ موجود ہیں۔ اور آخری زمانہ میں دوبارہ اس زمین پر نازل ہوں گے اور امام مہدی کے ساتھ مل کر دنیا کی تمام غیر قوموں کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور بجز ایسے شخص کے جو بلا توقف مسلمان ہو جائے۔ اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس عقیدہ کے نتیجہ میں لاشعوری طور پر ایک عام مسلمان کا ذہن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مرعوب ہوا۔ اور جب انیسویں صدی کے اواخر میں عیسائیت نے عالم اسلام پر تبلیغی یلغار کی تو ان کو جس قدر کامیابی مسلمانوں میں حاصل ہوئی محض اسی عقیدہ کی بدولت حاصل ہوئی۔ عیسائی مناد نہایت ہوشیاری سے یہ بات پیش کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کفار نے آسمان پر جانے کا معجزہ طلب کیا تو حضور نے حکم الٰہی کے ماتحت بشر رسول ہونے کی وجہ سے ایسے معجزہ کے دکھانے سے عجز کا اظہار فرمایا۔ جبکہ مسیح علیہ السلام اسی مادی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عام انسان کی طرح ۶۳ سال عمر پائی اور مدینہ نبوی میں مدفون ہیں جبکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دو ہزار سال سے آسمان پر بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب نازک مواقع پر اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت پیش آئی تو خدائی نصرت کا ظہور اس طرح غیر معمولی نہ تھا۔ جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے خدا نے ظاہر فرمایا۔ پھر یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں جب اخلاقی اور روحانی اضمحلال پیدا ہوگا۔ اور دنیوی سلطنتیں اور سیاسی اثر و نفوذ ہاتھ سے جا رہا ہے گا۔ تو امت محمدیہ میں سے کسی شخص کو یہ صلاحیت عطا نہیں ہوگی کہ وہ بین الاقوامی سطح پر اخلاقی اور روحانی اصلاح اور احیاء دین کا کام کر سکے۔ بلکہ یہ سعادت ایک اسرائیلی نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حصے میں آئے گی۔

ان عقائد کے نتیجہ میں عیسائیت کے مقابل پر امت نہ صرف احساس کمتری میں مبتلا ہوگئی۔ بلکہ ان عقائد کے گہرے اور دور رس اثرات اخلاق پر بھی پڑے۔ کیونکہ یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہو کر تمام غیر مسلموں کو قتل کر دیں گے۔ لاشعوری طور پر طبیعت میں عدم رواداری۔ بغض۔ تعصب۔ اور تنگ دلی کو جنم دیتا ہے۔ انہی امور کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عقیدہ کی اصلاح کی طرف خاص توجہ دی ہے اور قرآن کریم۔ احادیث نبویہ اور تاریخی دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ مسیح جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر موجود نہیں بلکہ وہ ایک عام انسان کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ اور جس مسیح کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کا ذکر احادیث میں پایا

جاتا ہے وہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے۔ جو اپنی روحانیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہوگا۔ حضور نے عقیدہ وفات مسیح کو اپنانے اور اس کے قومی اخلاق پر گہرے اثرات کے متعلق فرمایا ہے۔

"اب مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے باطل اور بے اصل عقائد کو دلوں سے نکالنے کے لئے وہ دلائل تو یہ اور کھلے کھلے ثبوت اور قرائن یقینیہ اور تاریخی شہادتیں ملی ہیں جن کی سچائی کی کرنیں مجھے بشارت دے رہی ہیں کہ عنقریب ان کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں ان عقائد کے مخالف ایک تعجب انگیز تبدیلی پیدا ہونے والی ہے۔ اور نہایت یقین سے امید کی جاتی ہے کہ ان سچائیوں کے سمجھنے کے بعد اسلام کے سعادت مند فرزندوں کے دلوں میں سے حلم اور انکسار اور رحم دلی کے خوشنما شیریں چشمے جاری ہوں گے۔ اور ان کی روحانی تبدیلی ہو کر ملک پر ایک نہایت نیک اور بابرکت اثر پڑے گا۔"

(مسیح ہندوستان میں ص۸)

اور پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو وہی درحقیقت مہدی بھی ہے جس کے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے۔ اور احادیث میں اس کے آنے کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔ اور خدا نے حکم دیا ہے کہ نرمی اور آہستگی اور حلم اور غربت کے ساتھ اس خدا کی طرف لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سچا خدا اور قدیم اور غیر متغیر ہے اور کامل تقدس اور کامل علم اور کامل رحم اور کامل انصاف رکھتا ہے۔

اس زمانہ کی تاریکی کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے۔ وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا۔ جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کروں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں سو اس زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کو اس سچے خدا کی طرف توجہ دلائی جائے جو پیدا ہونے اور مرنے اور درد دکھ وغیرہ نقصانوں سے پاک ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے۔ کہ انکی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے۔ اور انکی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں۔ جو اسلامی ہدایتوں کے سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔"

(مسیح ہندوستان میں ص۱۳-۱۴)

—(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)—

احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟

[حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر فرمایا:۔]

"کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ اور دوسرے لوگوں میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں. باقی سب عملی حالت مثلاً نماز روزہ اور زکوٰۃ اور حج وہی ہیں۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو دُور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی۔ کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا۔ اور الگ جماعت بنائی جاتی۔ اور ایک بڑا شور بپا کیا جاتا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ وفات مسیح کا مسئلہ اس زمانہ میں حیات اسلام کے واسطے ضروری ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر بات پر قادر ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ ایسے امور کے سخت مخالف ہے۔ جو دین کو ضرر پہنچانے والے ہوں۔ حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں ایک غلطی تھی مگر آجکل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا۔ اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑی اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے تو آدم سے لے کر آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کرو۔ اور درحقیقت اگر یہ بات صحیح ہو جو عیسائی کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا اور عرش پر بیٹھا ہے تو اسلام کے واسطے ایک ماتم کا دن ہوتا۔ اسلام توحید کے واسطے آیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی کمزوری باقی رہے۔ خدا تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر کسی دوسرے کو خصوصیت دی جائے۔ تو یہ امر خدا تعالےٰ کی شان میں فرق لاتا ہے۔ اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ خدا تعالےٰ بے شک قادر ہے لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں ایک مبداء شرک ہے ایسے شخص کو گویا شریک باری ٹھہراتا ہے۔ اگر کوئی زندہ نبی ہے تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ بعض اکابر نے حیات النبی پر کتابیں لکھی ہیں۔ اور ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا ثبوت بھی موجود ہے۔ کیونکہ زندہ نبی وہ ہے جس کے برکات اور فیوض ہمیشہ جاری ہوں۔ سو خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو کبھی ضائع نہیں کیا۔ .... پھر سوچنا چاہیئے کہ حضرت عیسےٰ کی حیات کے عقیدہ نے آج تک دنیا میں کیا بنایا ہے اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اس کے کہ چالیس کروڑ مسلمان مردہ پرست بن گیا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

وَجَاءَ بِآيَاتٍ تَلُوحُ وَتَبْهَرُ

وَلَوْ كُنْتُ كَذَّابًا كَمَا هُوَ زَعْمُهُمْ ... لَقَدْ كُنْتُ مِنْ دَهْرٍ أَمُوتُ وَأُقْبَرُ

يَظُنُّونَ أَنِّي قَدْ تَقَوَّلْتُ عَامِدًا ... بِمَكْرٍ وَبَعْضُ الظَّنِّ إِثْمٌ وَمُنْكَرُ

وَكَيْفَ وَإِنَّ اللّٰهَ أَبْدَى بَرَاءَتِي ... وَجَاءَ بِآيَاتٍ تَلُوحُ وَتَبْهَرُ

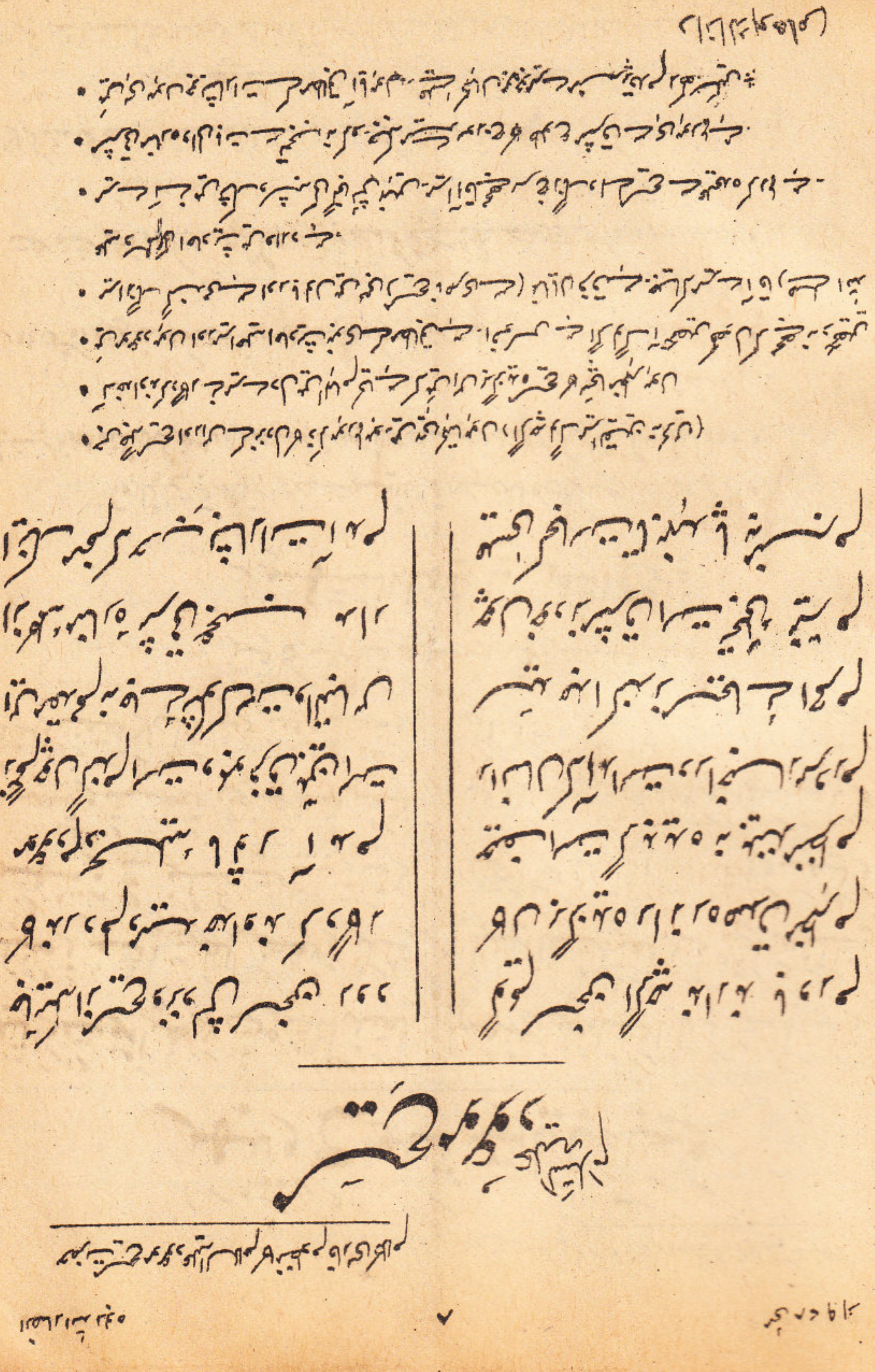
وَيَأْتِيكَ وَعْدُ اللّٰهِ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَى ... فَتَعْرِفُهُ عَيْنٌ تُحِدُّ وَتُبْصِرُ

أَمُكْفِرُ مَهْلًا بَعْضَ هٰذَا التَّهَكُّمِ ... وَخَفْ قَهْرَ رَبٍّ قَالَ لَا تَقْفُ فَاحْذَرُ

وَإِذْ قُلْتُ إِنِّي مُسْلِمٌ قُلْتَ كَافِرٌ

فَأَيْنَ التُّقَى يَا أَيُّهَا الْمُتَهَوِّرُ

- اگر میں جھوٹا ہوتا (جیسا کہ ان کا گمان ہے) تو میں ایک مدت سے مرا ہوتا اور قبر میں پڑا ہوتا
- وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں نے فریب سے عمداً جھوٹ بولا ہے (اور بعض گمان گناہ اور ناپسندیدہ ہوتے ہیں)
- یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خدا نے میری بریت ظاہر کر دی ہے۔ اور وہ نشان دکھلائے ہیں جو روشن اور واضح ہیں۔
- اور خدا کا وعدہ اس طور سے تجھے پہنچے گا کہ تجھے خبر نہیں ہوگی۔ پس اس کو وہ آنکھ شناخت کرے گی جو تیز اور بینا ہوگی۔
- اے مجھے کافر کہنے والے اپنا غم و غصہ ذرا روک لے اور اللہ کے قہر سے ڈر جس نے کہا ہے کہ لا تقف ما لیس لک بہ علمٌ تمہیں جس چیز کا پورا علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو۔
- جب میں نے کہا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو تو نے کہا کہ نہیں تو کافر ہے۔ اے جسارت کرنے والے! تیرا تقویٰ اور خدا ترسی کہاں ہے؟



ترجمہ سیّد عبدالحی

شمائل شریفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ اور عادات مبارکہ

۱۔ کَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُوْلُ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَبِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔

(احمد بن حنبل)

حضور جب رات کو بستر پر لیٹ جاتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے۔ اور یہ دعا فرماتے۔ اے اللہ تیرے نام سے ہی میں بیدار ہوتا ہوں اور تیرے نام سے ہی سوتا ہوں اور حضور جب نیند سے جاگتے۔ تو فرماتے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں موت کے بعد دوبارہ زندگی دی۔ اور اسی کی طرف موت سے اٹھ کر جانا ہے۔

۲۔ كَانَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْاَرْضِ۔

(ابوداؤد)

جب حضور قضائے حاجت کے لئے ارادہ فرماتے تو اُس وقت تک (جسم سے) کپڑا نہ اٹھاتے جب تک زمین کے انتہائی قریب نہ ہو جاتیں۔

۳۔ كَانَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ اَبْعَدَ (ابن ماجہ)

حضور جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے۔ تو بہت دُور جاتے۔

۴۔ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَبُوْلَ فَاَتٰى عَزَازًا مِنَ الْاَرْضِ اَخَذَ عُوْدًا فَنَكَتَ بِهِ الْاَرْضَ حَتّٰى يُثِيْرَ مِنَ التُّرَابِ ثُمَّ يَبُوْلُ فِيْهِ (ابوداؤد)

حضور جب پیشاب کا ارادہ فرماتے اور زمین سخت ہوتی تو حضور کسی لکڑی سے زمین کھودتے جب مٹی کچھ بھربھری ہو جاتی تو پھر پیشاب فرماتے۔

۵۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ۔ (ابوداؤد)

حضورؐ جب بحالتِ جنابت استراحت کا ارادہ فرماتے تو نماز کی طرح کا وضو فرما لیتے۔ اور اسی طرح اس حالت میں اگر کچھ کھانے یا پینے کا ارادہ فرماتے۔ تو اپنے دونوں ہاتھ دھو کر کھا پی لیتے

۶۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ (بخاری و مسلم)

حضورؐ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس بیوی کا نام قرعہ میں نکل آتا۔ اسے ساتھ لے جاتے۔

۷۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ يَتَطَيَّبُ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ (مسلم)

حضورؐ جب (حج کے لئے) احرام کا ارادہ فرماتے۔ تو جو بہترین خوشبو میسر آسکتی وہ لگا کر احرام باندھتے۔

۸۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُتْحِفَ الرَّجُلَ بِتُحْفَةٍ سَقَاهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ (مسند فردوس دیلمی)

حضورؐ جب کسی کو تحفہ دینا چاہتے تو اسے زمزم کا پانی پلاتے۔

۹۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ۔ (بخاری)

حضورؐ جب کسی کے خلاف خاص بد دعا یا کسی کے حق میں خاص دعا کا ارادہ فرماتے تو (نماز میں) رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے۔

۱۰۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ (ابوداؤد)

حضورؐ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہوتے۔

۱۱۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ (ابوداؤد)

حضورؐ جب کسی لشکر کو الوداع کہنے کا ارادہ فرماتے۔ تو فرماتے میں تمہارا دین تمہاری دیانت اور تمہارے اعمال کے نتائج اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

۱۲۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَمْرًا قَالَ اَللّٰهُمَّ خِرْلِي وَاخْتَرْلِي (ترمذی)
حضورؐ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو پڑھتے۔ اے اللہ میرے لئے اس کام کا بہتر پہلو اختیار فرما۔

۱۳۔ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصُوْلُ وَبِكَ أَحُوْلُ وَبِكَ أَسِيْرُ (مسند احمد بن حنبل)
حضورؐ جب کسی (غزوہ کے لئے) سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ میں تیری خاطر ہی یہ حملہ کرتا ہوں۔ تجھ سے ہی قوت طلب کرتا ہوں۔ اور تیری خاطر ہی اس سفر پر روانہ ہوتا ہوں۔

۱۴۔ كَانَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا۔۔ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ (مسند احمد بن حنبل)
حضورؐ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے۔ اے اللہ تیرا ہی شکر ہے تو نے مجھے کپڑا پہنایا ہے۔ یہ کپڑا جن مفید مقاصد کے لئے بنایا گیا ہے۔ مَیں تجھ سے صرف وہی مانگتا ہوں۔ اور اس کے مضر پہلو اور جو غلط مقاصد اسکے پہننے میں ہو سکتے ہیں ان سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۱۵۔ كَانَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا لَبِسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (تاریخ للخطیب)
حضورؐ جب نیا کپڑا بنواتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے۔

۱۶۔ كَانَ إِذَا اسْتَسْقٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ (ابوداؤد)
حضورؐ جب بارش کی دعا مانگتے تو فرماتے۔ اے اللہ اپنے بندوں اور اپنے چوپاؤں کو سیراب فرما۔ اپنی باراں رحمت نازل فرما اور خشک سالی سے مردہ علاقے کو زندہ فرما۔

۱۷۔ كَانَ إِذَا اسْتَنَّ أَعْطَى السِّوَاكَ الْأَكْبَرَ وَإِذَا شَرِبَ أَعْطَى الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ (سنن سعید بن منصور)
حضورؐ جب مسواک فرما لیتے تو پھر وہ مسواک سب سے بزرگ آدمی کو دیتے اور حضورؐ جب کوئی چیز پیتے تو باقی اپنے دائیں والے کو عطا فرماتے۔

— اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ —

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام

"مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمّد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبّت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

"جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ وہ حضرت موسٰیؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاقِ فاضلہ کا جامع ہے۔ جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ القلم)

تو خُلقِ عظیم پر ہے۔ اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کی انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ۔ ۔"

(براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۰۸ حاشیہ در حاشیہ ۳)

صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تضمین بر شعر مرزا غالب

نظر ہے خوبیٔ محبوبِ آسماں کے لئے
زباں ہے مدحتِ سرکارِ دو جہاں کے لئے

قدم ہے راہ روِ راہِ محبّتِ لولاک
جبیں جھکی ہے ترے سنگِ آستاں کے لئے

خیال ہے تو خیالِ نگاہِ لطفِ حبیب
نگاہ ہے تو ترے لطفِ بیکراں کے لئے

جگر ہے اس کی محبّت میں سوئے چشم ڈال
دل اس کی خدمتِ عالی میں ارمغاں کے لئے

تمہاری یاد سے زندہ ہے درد سینے کا
تمہارے نام سے راحت ہے جسم و جاں کے لئے

غموں کے ڈھیر سے چن کر تمہاری اُلفت کو
لگا کے رکھا ہے سینے سے حرزِ جاں کے لئے

گرا کے آنکھ سے آنسو تمہاری فرقت میں
ستارے اور بنائے ہیں کہکشاں کے لئے

تمام شوقِ سفر اور تمام حسرتِ دید
ترے مکاں کے لئے تیرے دودماں کے لئے

تمام رفعت و شوکت تمام رعنائی
ہمارے ساقیٔ کوثر فلک نشاں کے لئے

تمام وصل کی باتیں تمام ہجر کا غم
محمّدِ عربی رشکِ ماہ وشاں کے لئے

"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے"

جناب شیخ نور احمد صاحب منیر

۳۱۳ اصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت قاضی یوسف علی صاحب نعمانی تشام ضلع حصار

حضرت قاضی صاحب موصوف تشام ضلع حصار سے تھے اور ریاست جیند میں ملازمت کرتے تھے۔ آپ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کے مریدوں میں سے تھے۔ اور ان سے غیر معمولی عقیدت اور والہانہ محبت رکھتے تھے۔ اکثر ان کی صحبت میں رہتے اور ان کے ملفوظات سنتے۔ حضرت پیر صاحب نے امام الزمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تو قاضی صاحب موصوف ابتداء اس امر پر بڑے متعجب اور حیران ہوئے اور کہا کہ حضرت پیر صاحب

"آپ نے یہ کیا غضب کر دیا۔ آپ نے اپنی پیری کو چھوڑ دیا اور مرزا صاحب کے مرید ہو گئے"

مگر پیر صاحب نے قاضی صاحب کو دلائل اور مؤثر تبلیغ سے قائل کر لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ برحق ہے۔ اور ضرورت زمانہ کا اہم ترین تقاضا ہے۔ پیر صاحب نے قاضی صاحب کو یہ بھی کہا کہ تم مرزا صاحب کی بیعت اس لئے نہ کرو کہ میں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ غور و فکر کر لو۔ سمجھ آئے تو بیعت کرنا میرے پیچھے لگ کر بیعت نہ کرنا۔ میری مریدی اب ختم ہو گئی ہے۔ اور میں نے اپنے آبائی سلسلہ پیری کو متروک کر دیا ہے۔ اس لئے خوب اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر مرزا صاحب کی بیعت کرو اور غیر معمولی دعاؤں میں لگ جاؤ۔

(۲)

عرصہ قریباً پانچ ماہ کے بعد آپ از راہِ عقیدت بہت سے تحائف لیکر قادیان پہنچے۔ اور ۱۵ روز قیام کر کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن تشام ضلع حصار واپس چلے گئے۔ اس عرصہ قیام میں ان کا نفس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا قائل ہو گیا۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد آپ دوبارہ مرکز میں حاضر ہوئے اور حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے حضور

کے خدام اور مبایعین میں شامل ہو گئے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور نے آپ کا نام ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں نمبر ۹۴ پر تحریر فرمایا۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور دیندار تھے۔ اپنے ماحول میں زیرک و فہیم تھے۔ جماعت میں شامل ہو کر آپ غیر معمولی عقیدت اور جوش سے تبلیغ پر کمربستہ ہو گئے۔ اور لوگوں کو امام مہدی کی آمد کی بشارت دینی شروع کر دی اور اس سلسلہ تبلیغ میں آپ نے اپنے دوست، افسر، اور ماتحت کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ ان کو حوالہ جات یاد تھے اس لئے کسی سے نہ ہارتے۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل مقامات میں امام الزمان کی آمد کی خبر پہنچائی۔ سنگرور۔ جیند۔ ہانسی۔ تشام۔ رہتک۔ سیندون۔ کئی دوست آپ کی تبلیغ کے ذریعہ احمدیت میں شامل ہوئے۔ آپ کی اس تبلیغ اور غیر معمولی کامیابی کی وجہ سے مذکورہ شہروں میں آپ کی مخالفت بھی ہوئی۔ لیکن آپ نے استقامت کا بے نظیر نمونہ دکھایا۔

(۳)

آپ ملازم تھے اور ملازمت بھی ریاست کی۔ مخالفت کی وجہ سے آپ کی ترقی میں بہت سی مشکلات حائل کر دی گئیں۔ اور ترقی رک گئی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام حالات وکوائف لکھ کر دعا کی درخواست کی۔ حضور نے جواباً تحریر کرواتے کہ دعا کی گئی ہے اور کریں گے مطمئن رہیں۔ اور یاد دلاتے رہیں اور فرمایا جو یاد دلاتا رہتا ہے اور تھکتا اور مایوس نہیں ہوتا وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جو تھک جاتا وہ اپنے مطلب میں بھی رہ جاتا ہے۔ یہ تحریر پڑھ کر آپ نے بلاناغہ روزانہ خطوط روانہ کرنے شروع کر دیئے۔ اور یہ سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ ایک روز حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ؓ نے حضور اقدس سے ذکر کیا کہ یوسف علی صاحب نے یاددہانی کے خطوط لکھنے میں تو حد ہی کر دی ہے۔ حضور اب تو ان کے لئے دعائے خاص فرمائیں۔ دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

"مولوی صاحب اور صاحبزادہ صاحب ہم نے دعا کر دی ہے۔ ان کو لکھ دو کہ دعا کی گئی اور قبول ہو گئی۔ اب انشاء اللہ تعالےٰ جلد اپنے مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔"

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ مکرم قاضی صاحب کو بہت سی مشکلات کے باوجود امید سے زیادہ ترقی ہو گئی اور آپ خوشحال ہو گئے۔ اس ترقی کے بعد آپ قادیان تشریف لے گئے۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی تو آپ نے حضرت کے قدم مبارک چوم لئے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

"ایسا نہیں کرنا چاہیئے صرف مصافحہ کافی ہے۔"

(۴)

ایک دفعہ آپ بیمار ہوگئے تو آپ نے حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کو خط تحریر کیا کہ میں سخت بیمار ہوں۔ اور بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہاں کے اطباء کے علاج سے مایوس ہو چکا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ قادیان حاضر ہو کر حضرت مولانا نور الدین صاحب سے علاج کراؤں۔ چنانچہ اس خط کے دو تین روز بعد آپ اچانک قادیان پہنچ گئے۔

آپ کی مرکز میں آمد اور بیماری کی اطلاع حضور کو دی گئی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ حضور علیہ السلام چند خدام کے ہمراہ آپ کی عیادت کے لئے آپ کی جائے قیام پر تشریف لے گئے۔ اور بیمار پرسی کی اور ان کے حالات دریافت کئے۔ حضور نے حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کو فرمایا کہ میاں یوسف علی صاحب کو ہمارے قریب کے مکان میں لے آئیں۔ تاکہ ان کو روز دیکھتے رہیں اور تا ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اس پر آپ نے کہا کہ حضور میں یہاں حضور کے قدموں میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ یہاں دوا اور دعا دونوں ہیں۔ اور یہ ارادہ کر کے آیا ہوں کہ اگر شفا ہو تو حضور کے ذریعہ اور اگر موت مقدر ہے تو حضور کے قدموں میں ہو۔

حضور کے ارشاد کی فوری تعمیل کی گئی۔ حضور سیر سے واپسی پر آپ کی عیادت کر کے گھر تشریف لے جاتے۔ اور آپ کا علاج باقاعدگی سے ہونے لگا۔ ایک دن بارہ بجے رات آپ کی حالت نازک ہوگئی۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے اس کی اطلاع فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی۔ حضور نے چند دوائیاں ایک گلاس میں ملا کر دیں اور فرمایا کہ ان کو یہ پلا دیں۔ اور میں دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ کی طبیعت تندرستی کی طرف عود کر آئی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ دوبارہ بیمار ہوگئے اور آپ کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی نماز جنازہ بعد نماز مغرب پڑھائی۔ حضور نے اتنی دیر نماز پڑھائی کہ عشاء کا وقت ہوگیا۔ بعد نماز عشاء مرحوم کو دفن کیا گیا۔

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول ۱۳۸)

جناب شیخ عبدالقادر صاحب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمالہ دیش میں

پرل بک کی خود نوشت سرگزشت

جلیل القدر بزرگ فلسفی اور عالم محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب راقم الحروف کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

"امریکن ناول نویس مس پرل بک " Pearl Buck " نے چین میں زندگی گزاری اور چین کے متعلق ہی قریباً سارے ناول لکھے۔ ادب میں اور با کمال افسانوں میں اس کا بڑا مقام ہے۔ آخری عمر میں اس نے اپنی زندگی کے حالات بھی لکھے۔ کتاب کا نام MY SEVERAL WORLDS ہے۔ اس کتاب میں پرل بک نے لکھا ہے کہ ایسے آثار پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام عمر کے کسی حصہ میں "چین و ہند" آئے اور یہاں خوب پھرے ..... اس قسم کے شواہد تو اب زبان زد خلائق ہیں۔ لکھنے والے یہ لکھ کر کنی کترا جاتے ہیں کہ حضرت مسیح اگر ان علاقوں میں آئے ہیں۔ تو واقعہ صلیب سے پہلے آئے ہوں گے۔ بس ہمیں سفرِ مشرق کی تاریخ سے کہ واقعہ صلیب کے بعد یا پہلے آئے؟ کو حل کرنا ہے۔"

محترم قاضی صاحب کا مکتوب ملنے کے بعد اس عاجز نے پرل بک کی کتاب حاصل کر کے پڑھی۔ اس میں موصوفہ نے لکھا ہے۔

"میرے والد بڑے عالم اور سکالر قسم کے آدمی تھے۔ انہوں نے ایشیا کے دوسرے مذاہب کے ساتھ بدھ ازم کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا۔ وہ اس تحقیق میں مصروف رہے کہ بدھ مذہب اور عیسائیت میں کیا رشتہ ہے۔ کیونکہ ان کی تعلیمات ملتی جلتی ہیں۔ انہوں نے تحقیقی مواد ایک کتاب کی صورت میں پیش کیا۔ ان کے خیال

میں بدھ کی تعلیمات اور عیسائیت میں مشابہتیں اتفاقی نہیں بلکہ تاریخی ہیں۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ حضرت مسیح جوانی میں ہمالہ دیش میں آئے ہوں۔ نیپال میں بدھ مراکز میں پھرے ہوں ان کی زندگی کے بارہ سال نامعلوم ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس دورِ زندگی میں وہ نیپال میں ہمالہ دیش کی بادشاہت میں رہے ہوں جہاں بدھ مذہب نے جنم لیا۔ اس طرح کی روایت شمالی ہند میں دور دور تک پھیلی ہوئی ملتی ہے۔ بلکہ ہندوؤں کے قدیم نوشتوں وشنو پران میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ دو ہزار سال پیشتر مذاہب مشرق میں پیدا ہو رہے تھے۔ اور مذہبی لیڈر اور ان کے شاگرد آپس میں ملتے رہتے تھے۔ میرے والد کو یہ یقین تھا کہ حضرت مسیح کنفیوشس کی تعلیمات سے شناسا تھے۔ اور اسی طرح بدھ ازم سے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ کنفیوشس کے سنہری قاعدہ عمل" اور مسیح کی باتوں میں مشابہت ہے۔" (ٹیلیسن ص ۶۶-۶۷)

پرل بک کے خود نوشت حالات میں یہ قصہ بہت عجیب اور خیال انگیز ہے۔ بھوش پران میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ہمالہ دیش میں آنے کا ذکر ہے جو کہ وشنو پران میں ہے۔ یہ بھی درست نہیں کہ ۱۳ سال سے ۳۰ سال تک کے نامعلوم دور میں حضرت مسیح یہاں آئے تھے۔ کیونکہ بھوش پران میں لکھا ہے کہ عیسے مسیح ایک باہر کے ملک میں مبعوث ہوئے۔ بعثت کے بعد وہ ہمالہ دیش میں آئے۔ راجہ شالواہن نے ان سے ملاقات کی۔ گویا شالواہن کے زمانہ میں وہ ہمالہ دیش میں موجود تھے۔ انسائیکلو پیڈیا امیریکانہ کے ۱۹۶۶ء کے ایڈیشن میں ہے کہ اساطیر ہند میں شالیواہن اندھرا خاندان کے اس عظیم بادشاہ کو کہا گیا ہے۔ جس کا نام "گوتمی پترا ستکارنی" ہے۔ اور اس کا زمانہ دوسری صدی کا آغاز ہے۔

یہ ستاواہن یعنی شالواہن خاندان کا تیسرا راجہ تھا۔ اس بادشاہ نے ہندوستان کے شمال مغرب میں دور دور تک فتوحات حاصل کیں۔ اس نے ساکا، یونانی اور پارتھی تینوں طاقتوں کو شکست دی۔ ستاواہن خاندان نے ۴۵۰ سال حکومت کی اور یہ ایک شمالی ہے۔ (زیر عنوان انڈیا - ذیلی عنوان (POST OSAKA INDIA) اسی خاندان کے بادشاہ نے ۳۰ عیسوی سے دوسری صدی کے آخر میں اپنے آباء کے تاریخی حالات مرتب کروائے۔ یہ مواد تیسری صدی میں بھوش پران میں شامل کر دیا گیا۔

(قدیم تاریخ ہند از ونسنٹ اے سمتھ اردو ترجمہ ص ۲۵۰)

صاف ظاہر ہے کہ راجہ شالواہن کے زمانہ میں حضرت مسیح سو سال سے اوپر کے تھے۔ لہذا یہ خیال کہ وہ جوانی میں ہمالہ دیش میں آئے تھے۔ پھر کنعان کو واپس چلے گئے۔ وہاں واقعہ صلیب پیش آیا اور پھانسی

ختم ہوگئی۔ تاریخ قدیم کے بالعکس بات ہے

ثبالواہن خاندان کی مرتبہ تاریخ کے آثار بھوشن پران میں موجود ہیں۔ اور یہ بات اس کے الٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک تامل قوم ہے لاماؤں اور برہمنوں نے حضرت مسیح کی کہانی میں رنگ آمیزی کی ہے ڈوڈویل کو بھی لاماؤں نے بتایا کہ حضرت مسیح نے بچپن اور جوانی ہمارے اندر گزاری۔ اس نے انجیل تبت مرتب کی تو یہی تھا کہ صلیب سے پہلے آئے تھے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی کتاب "راز حقیقت" میں حضرت مسیح کے ہندوستان میں آنے والے واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس واقعہ کی تائید وہ انجیل بھی کرتی ہے۔ جو حال میں تبت سے برآمد ہوئی۔ یہ انجیل بڑی کوشش سے لنڈن سے ملی ہے ...... یہ انجیل بدھ مذہب کی ایک پرانی کتاب کا گویا ایک حصہ ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ملک ہند میں آئے۔ اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو ان کے ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا گیا ہے۔ اس کا وہ سبب نہیں جو پادری بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی۔ ایسا کہنا ایک شرارت ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جبکہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اس ملک میں رہنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ ظلم کے وقت... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسے علیہ السلام نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت..... ہجرت فرمائی اور چونکہ بنی اسرائیل بخت النصر کے حادثہ میں متفرق ہوکر بلاد ہند اور کشمیر اور تبت اور چین کی طرف چلے آئے تھے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔"

(راز حقیقت حاشیہ ص ۲۹)

اسی طرح اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے باب چہارم میں حضور فرماتے ہیں:

"اور یہ سوچنے کا مقام ہے کہ اس قدر مشابہت بدھ میں اور حضرت مسیح میں کیوں پیدا ہوئی اس مقام پر آکر یہ کہتے ہیں کہ ضرور یا حضرت مسیح نے اس سفر کے وقت جبکہ ہندوستان کی طرف انہوں نے سفر کیا تھا بدھ مذہب کی باتوں کو ... اور بدھ کے

ایسے واقعات پر اطلاع پاکر اور پھر واپس اپنے وطن میں جاکر اسی کے موافق انجیل بنا لی تھی اور بدھ کے اخلاق میں سے چُرا کر اخلاقی تعلیم لکھی تھی . . . . . لیکن یہ آریوں کی غلطی اور خیانت ہے۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے۔ اور نہ اس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی۔ بلکہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئی جبکہ بلادِ شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نہ کیا۔ اور ان کو اپنے زعم میں صلیب دے دیا جس سے خدا تعالیٰ کی باریک حکمت عملی نے حضرت مسیح کو بچا لیا۔ تب وہ اس ملک کے یہودیوں کے ساتھ حق تبلیغ اور ہمدردی ختم کر چکے۔ اور باعث اس بدکاری کے یہودیوں کے دل ایسے سخت ہو گئے کہ وہ اس لائق نہ رہے کہ سچائی کو قبول کریں اور اس وقت حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ سے یہ اطلاع پاکر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آگئے ہیں۔ ان ملکوں کی طرف قصد کیا۔"

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۷۳)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جو تحقیق پیش کی ہے اس کی تائید نہ صرف بھوش پران سے ہوتی ہے۔ بلکہ انجیل کے اس فقرہ سے بھی ہوتی ہے۔

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا۔" (یوحنا ۱۰/۱۶)

وہ فرستادۂ حق جسے رسولاً الیٰ بنی اسرائیل کہا گیا۔ اگر گمشدہ قبائل کو پیغام حق نہ پہنچاتا تو اس کا مشن کس طرح پورا ہوتا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبوت سے پہلے آنے اور بعد میں نہ آنے کا نظریہ سراسر ایک غلط تصور ہے۔

اب یہ بات قابلِ وضاحت ہے کہ انجیل کی رو سے حضرت مسیح کی زندگی کا ایک دور نامعلوم ہے اس وقت وہ کہاں تھے؟ مصر کی ایک پرانی خانقاہ سے قرن اوّل کے ایسینی فرقہ کے رکن کا مکتوب مل چکا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ فری میسن سوسائٹی نیویارک نے بھی شائع کرایا ہے۔ پرانے زمانے کے اس مکتوب کا مضمون یہ ہے کہ حضرت مسیح اور یحییٰ علیہما السلام دونوں ایسینی فرقہ میں پروان چڑھے تھے۔ نبوت ملنے تک وہ انہی صلحاء کی تعلیم و تربیت میں رہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے۔ اور بحیرۂ مردار کے ایسینی مرکز میں پناہ گزین ہو گئے۔ علماء بائبل اس مکتوب کو قابل

وقعت نہیں سمجھتے۔ لیکن وادئ قمران کے آثار اور نوشتوں کی وجہ سے یہ مکتوب اپنی خاکستر سے دوبارہ زندہ ہوگیا ہے۔ جامعہ قمران کے انکشاف کے پیش نظر بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے اپنی نامعلوم زندگی دراصل وادئ قمران میں بسر کی تھی۔

پھر سوچنے والی یہ بات ہے کہ جس شخص نے ۱۲ سے ۳۰ سال تک کا حصۂ عمر ہندوستان۔ نیپال۔ تبت وغیرہ میں بسر کیا ہو جیسا کہ نوٹووچ کی انجیل تبت میں ہے۔ اس کا ذہنی خمیر ارض مقدسہ کا نہیں ہوسکتا۔ اس کی زبان۔ محاورے۔ تماثیل اور سوچنے کا انداز سب کچھ یکسر بدل جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا حضرت مسیح کی باتیں کنعان کے محاورۂ زبان کے مطابق ہیں۔ ہندی ماحول کے اثرات اس میں مطلقاً نہیں ملتے۔ ارض کنعان کے ماحول میں آپ باتیں کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا کہ آپ صلیب سے پہلے ہندوستان آئے تھے۔ ایک تاریخی غلطی ہے

بھوش پران میں کتنی سچی بات لکھی ہے کہ ایک غیر ملک میں وہ مسیحا بن کر مبعوث ہوئے۔ پھر ہمالہ دیش آئے اور راجہ شالواہن سے ملاقات ہوئی۔ راجہ شالواہن سنہ ۹۰ء یا سنہ ۱۰۲ء میں برسر حکومت ہوا کوئی سا سن مان لیجئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کم و بیش ۱۰۰ سال کے تھے۔ جب یہ ملاقات ہوئی۔ پس یہ کہنا کہ بچپن میں آئے تھے اور جب ۳۰-۲۹ کے ہوئے تو واپس چلے گئے۔ ایک تاریخی غلطی ہے۔ اور یہ ناول اور برہمنوں نے خاص غرض کے تحت مشہور کی ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

مومن کا پانی دعا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے۔ جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔ اور جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں۔ اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم ص۵۹)

جناب پروفیسر مسعود احمد خان صاحب ایم اے

اسلام کے یورپ پر احسانات

اسلام کے اثرات یورپ میں چار راستوں سے پہنچے

۱۔ پہلے راستے کا دروازہ تو اس تصادم نے کھولا جو بیزنطینیوں کے علاقوں پر حملے سے ہوا اور اس کی ابتداء خود حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد باسعادت میں ہو گئی تھی۔

۲۔ دوسرا دروازہ سپین کی فتح نے کھولا جو آٹھویں صدی عیسوی میں ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں صدیوں تک مسلمان اور عیسائی ایک ہی ملک میں ایک حکومت کی رعایا بن کر رہے۔

۳۔ تیسرا دروازہ سسلی میں مسلمانوں کے داخلہ سے کھلا۔

اسی طرح جنوب کی طرف سے مسلمانوں کے اثرات اٹلی اور وسطی یورپ میں پہنچے۔ یہاں مسلمانوں کی حکومت گیارھویں صدی عیسوی تک رہی۔ لیکن تیرھویں صدی عیسوی تک مسلمان نہایت باوقار طور پر رہتے رہے۔

۴۔ چوتھا دروازہ حروب صلیبیہ کے ذریعہ کھلا جبکہ ہزاروں ہزار عیسائی مغربی یورپ سے شام اور فلسطین پر دوسو سال میں ۱۰۹۵ سے ۱۲۹۰ تک یلغاریں کرتے رہے۔ اور ایک بار فلسطین پر قبضہ بھی کر لیا جہاں سے پھر ۱۱۸۷ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان کو نکالا۔ اس عرصہ میں یورپین عیسائیوں کو خود مسلمانوں کے ملکوں میں ان کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اور وہ اسلامی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوئے۔

قطع نظر سیاسی اقتدار کے جو عربوں کو یورپین اقوام پر جنوبی یورپ میں مشرق اور مغرب اور وسطی علاقوں پر حاصل ہوا۔ اور اس طرح انہوں نے انداز سیاست اور آداب حکومت مسلمانوں سے سیکھے۔ جو اپنی ذات میں ایک اہم موضوع ہے۔ اصل اثرات وہ گہرے نقوش ہیں جو اسلام نے یورپ کی علمی اور معاشرتی زندگی پر ڈالے۔ مسلمانوں نے یونان کے وہ علوم سیکھے جو صدیوں سے یورپ میں مردہ ہو چکے تھے۔ اور پھر ان کو عربی زبان میں منتقل کر کے نہ صرف دنیا کو ان سے روشناس کرایا بلکہ خود یورپ کو اس کی علمی میراث سے

آگاہ کیا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم کام مسلمانوں کا، اور فلسفے نے یہ کیا کہ ان علوم میں بے پناہ اضافے کئے اور تحقیق و تدقیق کی نئی راہیں دریافت کیں۔ جن پر یورپ نے چل کر علم و حکمت کے وہ دُرہائے نایاب دریافت کئے کہ ان سے آج جدید سائنس اور انسانی زندگی کے تمام شعبے مزین نظر آتے ہیں۔ پس مسلمانوں کی اس علمی ترقی کے دو دور ہیں۔

اوّل یہ کہ یونانی علوم کا احیاء کیا۔

دوم: مزید تحقیقات کے ذریعہ دریافت اور اختراعات کر کے نئے دور کا آغاز کیا۔

مشرقی دروازہ تو زیادہ تر پہلے کام سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ دوسرے پہلو سے بھی مشرقی یعنی شام و عراق و ایران کے علماء کے کارنامے جو انہوں نے نئے نئے انکشافات سے سرانجام دیئے نہایت عظیم الشان ہیں لیکن ایک عرصہ خود ان علماء کا یونانی علوم سیکھنے میں گزرا۔ اس لئے جو علوم انہوں نے بعد میں دریافت کئے وہ مشرقی دروازہ کی نسبت زیادہ مغربی اور وسطی راستوں یعنی سپین اور سسلی کے ذریعہ یورپ میں پہونچے۔ جبکہ چوتھے دروازہ حروب صلیبیہ کے ذریعہ علمی تحقیقات سے زیادہ معاشرتی طور طریقوں نے یورپ والوں کو متاثر کیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ علوم و فنون کے عملی نفاذ کا مشاہدہ یورپ نے حروب صلیبیہ کے دور میں ہی کیا تھا۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن میں علم کی متنوع افادیت اور بوقلموں رنگینیوں سے یورپ والوں کو بھرپور متمتع ہونے کا موقعہ ملا۔ اور یورپ والوں کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ علم اور تجارت کو صنعت کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب لایا جا سکتا ہے۔ ورنہ دنیا میں عموماً اور یورپ میں خصوصاً علم خالصۃً غیر مرئی اور مابعد الطبیعات سے تعلق رکھتا تھا۔ اور تجارت کلیۃً مادی اشیاء کے لین دین کا ہی نام تھا۔ ضروریات زندگی کے حصول میں نفاست اور تنعم سے تجارت کو چنداں واسطہ نہ تھا۔ یہ چونچلے انتہائی اعلیٰ طبقہ کے ذاتی شوق کے لئے تھے۔ عام آدمی کی پہنچ سے یہ چیزیں بہت دُور تھیں۔

بہرحال اسلامی علوم و فنون نے یورپ میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ جس کی افادیت خود یورپ کے اہل علم حضرات نے تسلیم کی ہے۔ نوآبادیاتی دور میں ان کے سیاسی حکمران اور استعماری مزاج رکھنے والے مصنفین نے اس اعتراف کو قبول عام نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اسلامی ممالک اور پاکستان میں ایسے نام نہاد پڑھے لکھے مسلمان موجود ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ سائنس اور تحقیقات کے لئے دماغ تو اللہ نے مغرب کو ہی بخشا ہے۔ یہ مشرق والوں کے بس کی بات ہی نہیں۔ اور اگر کبھی مسلمانوں نے بھی علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ تو وہ صرف یونان کی خوشہ چینی سے زیادہ کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا۔ اور اس طرح انہوں نے یورپ کو جو کچھ سکھایا وہ ان کی ہی امانت تھی۔ یقیناً یہ احساس کمتری یورپ میں دورِ اقتدار

کی صدائے بازگشت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نصابوں میں جو نظریات یا تھیوریاں پڑھتے ہیں۔ ان پر مغربی محققین کے نام تو ثبت ہوتے ہیں۔ مسلمان حکماء اور فضلا کا نام کہیں نظر نہیں آتا۔ لیکن بایں ہمہ کوئی مغربی دانشور جدید محققین کے سلسلے میں سقراط، افلاطون اور ارسطو کی عظمت کو کم نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خشتِ اوّل انہوں نے رکھی تھی۔ لیکن ہم مشرق والے مغرب کی نقل میں یونان کی اہمیت کو تسلیم کر لیں تو کر لیں مگر اپنے حکماء اور فضلا کو بعض علوم کے موجد اور بانی ہونے کے باوجود باعظمت مقام دیتے ہوئے شرماتے ہیں۔ حالانکہ مغرب کا باشعور طبقہ مسلمان محققین کو یوں خراج تحسین پیش کرتا ہے:-

"ہماری سائنس عربوں کی صرف ان کے چند انقلابی نظریات کے لئے ہی ممنون احسان نہیں بلکہ عرب تہذیب کے احسانات تو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ خود سائنس ہی انہی کی بدولت ظہور پذیر ہوئی جس کو ہم سائنس کہتے ہیں عربوں میں تجسس کی روح کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ تحقیق کے نئے اسالیب، تجربات اور مشاہدات اور حساب میں مختلف پیمائش کے ان طریقوں سے سائنس ظہور میں آئی جن سے یونانی بکلی نابلد تھے۔ غرض کہ تحقیق و تدقیق کی روح ہو یا نئے اسالیب یورپی دنیا کو عربوں نے ہی ان سے روشناس کرایا۔"

(Robert Barifalt Making of Humanity)

گویا اصل چیز سقراط، افلاطون، ارسطو، ارشمیدس اور اقلیدس سے یورپ کو روشناس کرانا نہ تھا بلکہ یہ ایک نئی تحریک تھی۔ جس نے ذہنوں میں جلا پیدا کی۔ گویا اسلامی علوم نے یورپ میں ایک انقلاب آفرین دور کی بنیاد رکھ دی کیونکہ یہ یونانی نام تو پہلے ہی یورپ میں معروف تھے جبکہ عیسائی کلیسا نے مردود و ملعون قرار دیا ہوا تھا چوری چھپے بعض لوگ ان کو پڑھتے بھی تھے۔ لیکن ان میں یہ جرأت نہ تھی کہ کلیسا کے حکم امتناعی کے خلاف آزادانہ ان کو پڑھیں۔ اس طرح جو کچھ مطالعہ ان علوم کا کیا جاتا تھا اس سے اس قسم کی ذہنی یا علمی ترقی کا امکان موجود نہ تھا۔ ایک امریکن دانشور ڈاکٹر ڈریپر اپنی کتاب History of the Conflict between Religion and Science میں لکھتے ہیں:-

چونکہ سلطنت میں برسر اقتدار طبقہ غیر عیسائی مصنفین کے مقابلہ کی کوئی علمی تصنیف پیش کرنے سے قاصر تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی علمی کمتری کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس لئے سیاسی مصلحت کے لئے یہ ضروری ہوا کہ دنیوی علوم کے خلاف مہم چلائی جائے۔ اور ان کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ اسی لئے ویلنٹائن کے عہد میں افلاطونی نظریات کو مٹانے کے لئے طاقت استعمال کی گئی۔ یونانی علوم کے پڑھنے والوں کو جادوگر بتایا گیا۔ اور بعض کو موت کی سزا بھی دی گئی۔ فلسفہ کا پڑھنا ایک نہایت ہی خطرناک جرم قرار دیا گیا۔ اس کے بجائے ناقابلِ فہم توہم پرستی کو اپنایا گیا۔

چنانچہ نیوٹن کے پیشرو ڈی ڈومینس De Dominis نے جب قوس قزح کی حقیقت پر سائنس کی رو سے لب کشائی کی جبکہ عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ یہ خدا کی کمان ہے جو وہ لوگوں کو ڈرانے کے لئے دکھاتا ہے تو اس کو باوجود اس کے کہ وہ ایک بہت بڑا عالم دینِ عیسائیت تھا دھوکے سے روم بلا کر کہ اس کو پوپ کی سب سے اعلیٰ کونسل کا ممبر بنا کر کارڈینل کے اعزاز سے سرفراز کیا جائے گا قید کر دیا گیا۔ جہاں سے آخر مر کر ہی وہ آزاد ہوا۔ تو بھی اس کی لاش پر سائنس کی کتابوں کا ڈھیر لگا کر اس کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

ایسی صورت میں اسلامی حکماء و فضلا کی کاوشوں کے زیر اثر یورپ کو ذہنی آزادی نصیب ہوئی۔ اور وہ بغیر کسی دباؤ کے آزاد فضا میں کائنات پہ غور کرنے لگے اور سائنس کی تحقیق کا حقیقی شعور ان میں پیدا ہوا۔ کیونکہ مسلمانوں نے فلسفیانہ اور منطقی موشگافیوں کے ساتھ ساتھ علم و حکمت کے عملی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے۔ جیسے ڈریپر نے کہا۔

"(مسلمانوں کی) سائنسی تحقیقات صنعتی شعبوں میں ماہرانہ ترقی کا موجب بنیں۔ زراعت میں آب رسانی کے نظام میں نئے نئے طریقے تیار ہو گئے۔ کھاد کا استعمال نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہونے لگا۔ افزائش نسل میں ترقی ہوئی۔ دیہاتی زندگی میں معقول اور منظم طور طریقے اختیار کئے گئے۔ چاول۔ گنا اور کافی کی فصلوں کو بہتر سے بہتر بنایا گیا۔ ریشم اور سوتی کپڑا اور اونی پارچہ بافی نے بہت وسعت اختیار کی۔ قرطبہ اور مراکو کے چمڑے اور کاغذ کی صنعت و تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ اور معدنیات کا علم اور دھاتوں کا استعمال بھی کمال کو پہنچا۔ اور اس ضمن میں طلیطلہ کی تلوار نے بھی اپنا نام

پیدا کیا۔"
History of conflict between Religion and Science)

تہذیب و تمدن کی اس حیرت انگیز ترقی نے جو اسلام کی بدولت مسلمانوں کو نصیب ہو رہی تھی یورپ والوں کو بے حد متاثر کیا۔ خاص طور سے ان کو جو پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ ڈریپر موصوف اپنی مذکورہ بالا کتاب میں لکھتے ہیں:

"حروب صلیبیہ کے نتائج نے دنیائے عیسائیت کے مروجہ ایمان و ایقان میں تہلکہ مچا دیا اس زمانہ میں جبکہ میدانِ جنگ کو معرکۂ حق و باطل کے لئے فیصلہ کن سمجھا جاتا تھا حروب صلیبیہ کے اختتام پر ارضِ مقدس تو پھر مسلمانوں کے ہی قبضہ میں تھی۔ ہزاروں عیسائی جو ان جنگوں سے واپس لوٹے تو وہ علی الاعلان یہ کہتے پھرتے تھے کہ انہوں نے اپنے مدمقابل دشمن (یعنی مسلمانوں) کو ہرگز بھی ایسا برا نہ پایا۔ جیسی بری تصویر کلیسا نے ان کی کھینچی تھی۔ بلکہ وہ تو شجاع، خلیق اور نہایت منصف مزاج لوگ ہیں۔ ادھر فرانس کے جنوب سے ایسے ولولہ انگیز اور ہمت افزا لٹریچر کی بھرمار ہو رہی تھی۔ جس میں عشقیہ تصوّف اور رزم آرائی کے بجائے کلیسا اور پوپ کی ستم رانیوں کی داستانیں مؤثر انداز میں بیان ہوئی تھیں۔ اور فرانس کے بادشاہ فلپ اور پوپ بونی فیس Boniface ہشتم کے اختلافات کے نتیجہ میں رومن کلیسا کے حکم سے قتل کئے جانے والے فرانسیسیوں کو خراجِ تحسین ادا کیا گیا تھا۔ جبکہ پادریوں کی بے راہ روی اور فحاشی کو بھی خوب اچھالا گیا تھا۔

انجام کار کیتھولسزم روبہ انحطاط ہو رہا تھا۔ عوام پر اس کا دباؤ کم ہوا تو ذہنوں کو آزادی ملی اور وسعتِ نظری پیدا ہوئی۔ مسلمانوں نے مختلف ریشوں اور روئی سے کاغذ پہلے ہی ایجاد کر لیا تھا۔ وینس کے تاجر چین سے چھپائی کا فن بھی لے آئے تھے۔ یہ دونوں ایجادات ایک دوسرے کے لئے بے حد ممد و معاون ثابت ہوئیں۔ اور خواص و عوام میں اب مطبوعات کی کثرت کی بدولت علمی روابط پیدا ہو گئے۔"

History of the conflict between Religion and Science

گویا اسلام کی علم نوازی نے آخر عیسائی یورپ پر اثر کیا۔ اب ایک بڑی تعداد حصول علم کے لئے سپین پہنچنے لگی، جہاں عراق، شام اور ایران کے علماء کی کتابوں کے علاوہ خود ہسپانوی مسلمان فضلا اپنی تحقیقات سے ان میں اضافے کر رہے تھے۔ پیٹر نامی ایک فرانسیسی جب سپین علم حاصل کرنے گیا۔ تو جو کچھ اس نے وہاں دیکھا اس کے متعلق لکھا۔

میں نے سپین کے قیام کے دوران دیکھا کہ فرانس جرمنی اور برطانیہ کے طلباء جوق در جوق عربوں کے علمی مراکز میں جمع تھے۔

یہ شخص قرآن کا پہلا لاطینی زبان میں مترجم تھا۔ دو انگریز بھی اسی ابتدائی زمانہ میں سپین پہنچے۔ ایک ایڈلارڈ آف باتھ تھا اور دوسرا رابرٹ آف چیسٹر تھا۔ دونوں نے بہت سی عربی کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ ایک اطالوی جیبرٹ نامی بھی مسلم اسپین کا فارغ التحصیل تھا۔ جب وطن واپس آیا تو پادری بنا اور آخر سلوسٹر دوم کے ساتھ رومن کلیسیا کا پوپ بنا۔ ان ابتدائی طلباء نے مسلمان حکماء کے ترجمے لاطینی زبان میں کئے۔ اگرچہ بہت سے ترجمے ان ہسپانوی عیسائیوں نے پہلے ہی ہسپانوی زبان میں کر دیئے تھے جن کو موزاراب کہا جاتا تھا۔ یعنی وہ عیسائی جنہوں نے اپنے عرب حکمرانوں کے طور طریق سیکھ لئے تھے۔ لیکن جب کثرت سے مغربی یورپین تعلیم یافتہ عربی دان ہو گئے۔ تو انہوں نے عربی سے براہ راست ترجمے کئے۔ مسلمانوں نے عیسائی حکمرانوں کی خواہش پر ان کے علاقوں میں بھی جا کر مدرسے کھولے۔ ایسا ایک مدرسہ طلیطلہ کی عیسائی ریاست میں کھولا گیا۔ برطانوی شہزادہ رابرٹ چیسٹر اسی مدرسہ کا فارغ التحصیل تھا۔ اس کے علاوہ مائیکل سکاٹ (بوعلی سینا اور ابن رشد کا مترجم) ڈینئل مارلے اور ایڈلارڈ (الخوارزمی کا مترجم) نے بھی یہیں تعلیم پائی۔

آخر الذکر شام بھی حصول علم کے لئے گیا تھا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ یورپین طلباء مشرق میں بھی قاہرہ دمشق اور بغداد گئے ہوں گے۔

فرانس میں مونٹ پلیر کے مقام پر بھی ایک مدرسہ مسلمانوں نے کھولا تھا۔ اٹلی میں پیڈوا اور پیسا میں تعلیمی ادارے قائم کئے۔ اٹلی کے مشہور سائنسدان فلیوپس۔ ویسالیوس اور گلیلیو یہیں کے طالب علم رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے یہ مدارس کھولے اور جلد وہ ان کو مقامی لوگوں کے سپرد کر کے واپس چلے گئے۔ کیونکہ نیت ترویج علوم تھی۔ کوئی استعماری مفاد مدنظر نہ تھا۔

اٹلی کے ایک اور شہر سلرنو میں ایک شخص قسطنطین افریقانوس نے طبی کالج کھولا تھا۔ یہ شخص تونس کا ایک مسلمان باشندہ تھا جس کو عیسائیوں نے کہیں پکڑ لیا تھا۔ اور غلام بنا کر بپتسمہ دے دیا۔ چونکہ وہ ایک عالم فاضل تھا۔ اس لئے اس نے جلد اپنا مقام پیدا کر لیا۔ اور سلرنو میں مطب جاری کر دیا۔ اور پھر طب کی تعلیم بھی

دینے لگا۔ مولانا حالی نے اسی کے بارے میں مسدس میں شعر کہا ہے

مسلمانوں میں جو ایک نامی مطبب تھا
وہ مشرق میں عطار مشکین عرب تھا

یعنی وہاں تو مشہور طبیب بنا۔ حالانکہ مسلمانوں میں وہ افریقی نژاد عطار تھا۔ یہاں اس کا مقام طبیب کا بھی نہ تھا۔ وہاں استاد الاطباء بن بیٹھا۔ ایک اور افریقی مسلمان جس نے اپنی علمیت کا سکہ یورپ میں بٹھایا لیو افریقیانوس تھا۔ اس کا اسلامی نام الحسن ابن محمد تھا۔ وہ بھی یورپین بحری قزاقوں کے ہاتھوں اپنی آزادی کھو بیٹھا اور آخر پوپ کی خدمت میں پہنچا۔ اور اسی کے لقب لیو پر اس کا نام لیو افریقیانوس پڑ گیا۔ اس نے افریقہ کے جغرافیہ اور تاریخ پر ایک کتاب لاطینی میں لکھی اور یہ افریقہ کا یورپ میں پہلا مبسوط تعارف تھا۔ اس کی تین جلدیں تھیں۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ سنہ ۱۶۰۰ء میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی کر دیا گیا ÷ (باقی)

رحمت کے نشان دکھانا خدا کی قدیم سے عادت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصّہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے۔ اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے۔"

(کشتی نوح ص۲۳)

مکرم بشارت احمد صاحب بشیر

خلافتِ ثالثہ کی تحریکات

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(سورۃ الحجرات آیت ۲،۱)

ان آیاتِ کریمہ میں فاتح اقوام کے اتفاق و اتحاد کے اصول بتائے ہیں۔ کیونکہ جس قوم میں نفاق انشقاق اور افتراق بڑھ جائے وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ مذہبی جماعت کی ترقی کے اسباب میں سے سب سے اہم سبب امام وقت کے ساتھ وابستگی ہے۔ اور دوسرے جماعت کے اراکین کا آپس میں اتفاق و اتحاد ہے۔ اسلام نے دنیا میں جو انقلاب برپا کیا تھا اس کا تعلق بھی ان دو اصولوں سے ہے۔ مگر جب ان میں فروعی اختلافات نے جنم لیا تو وہ تشتت اور افتراق کا شکار ہو گئے۔ اس وقت ہم جس جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک امام کے اوامر و احکام کے تحت ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے امام کی اطاعت و احترام کی کسی صورت میں بھی خلاف ورزی نہ کریں۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جماعت امام وقت کے اوامر و احکام کی اطاعت کرے۔ ہر وقت اس کے حکم کی منتظر رہے۔ اور کسی صورت میں بھی خود روی کا ارتکاب نہ کیا جائے پھر فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

اس کے ایک تو عام معنے ہیں جو آدابِ مجلس سے تعلق رکھتے ہیں کہ تمہاری آواز امام کی آواز کے سامنے پست ہو۔ دوسرے اس کے خاص معنے ہیں کہ امام کی آواز کو بلند کرو۔ یعنی امام قوم کی فلاح و بہبود کے لئے وقتاً فوقتاً تائیدِ ایزدی سے جو تحریکات کرے۔ ان تحریکات کو جماعت کے ہر فرد تک پہنچا دو۔ تاکہ وہ بھی ان تحریکات کے نتائج و ثمرات سے بہرہ ور ہو سکے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت پر مصائب و مشکلات کی آندھیاں بھی چلیں لیکن اس کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ کیونکہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ وہ شخص سخت غلطی میں مبتلا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ سلسلہ احمدیہ بندوں کے سہارے پر چل رہا ہے۔ احمدیت کی کشتی کے بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا تھا اور اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا کے مطابق اس کے سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے زیر نگرانی ہو رہے ہیں۔ کسی کی عقل اور کوشش پر اس کا مدار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اپنے بندوں کو ثواب دینے کے لئے جس سے چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ اور اس مبارک سلسلے کو اعدا کے دست برد سے محفوظ رکھتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ...... کہ آخری زمانہ میں جو جماعت آئے گی وہ بھی صحابہؓ میں سے ہوگی لَمَّا يَلْحَقُوا بیان فرما کر بتایا کہ دونوں جماعتوں کے زمانوں میں فاصلہ ہوگا۔ اور وہ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوں گے۔ یعنی صحابہؓ کی جماعت کا ابتدائی زمانہ میں ہونا اور ان کا آخری زمانہ میں ہونا پُر از حکمت ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اپنے جس بندے کو پسند کیا اسے مسیح موعود بنایا۔ اور جس کو چاہا آپ کی خلافت پر مقرر کیا اور اپنی بابرکت نگرانی میں جس طرح چاہا کام لیا۔ ہم کیا ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے جو اپنے کاموں اور خدمتوں کو اپنی زبان پر لاویں۔ ہم یہ احسان نہیں جتا سکتے۔ کہ ہم خدمت کر رہے ہیں بلکہ خدا کا احسان اپنے پر سمجھتے ہیں کہ اس نے ہم کو خدمت پر مقرر فرمایا ہے۔

خلافتِ ثالثہ کا آغاز ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی شب کو ہوا۔ ہمارے پیارے امام نے خلافت پر سرفراز ہوتے ہی جماعت کو ان الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے اعلان فرمایا۔

"آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں۔ کیونکہ دنیا میں روحانی انقلاب عظیم پیدا ہونے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی خوش بخت قومیں ہوں گی جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہوگی وہ افریقہ میں ہونگی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں۔ لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کرے گی۔ اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھ میں ہوگی۔" (الفضل ۶ جون ۱۹۶۶ء)

ان فتوحات اور ترقیات کی بشارت کو قریب تر لانے کے لئے جماعتوں کی ذمہ داریاں پہلے سے دو چند ہو جاتی ہیں وہ پہلے سے زیادہ بیدار اور ہمہ وقت قربانی دینے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ اس بناء پر سیدنا حضرت امیرالمومنین نے جماعت کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے بعض تحریکات بھی فرمائی ہیں۔ جن کا تعلق جماعت کے ہر طبقہ سے ہے۔ مردوں سے بھی عورتوں سے بھی جوانوں سے بھی اور بوڑھوں سے بھی، امیروں سے بھی غریبوں سے بھی۔

آپ کی تحریکات کا اصل مقصد جماعت کو تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کرنا ہے۔ ان تحریکات کی دو قسمیں ہیں

اول:۔ مالی تحریکات مثلاً فضل عمر فاؤنڈیشن۔ نصرت جہاں سکیم، صد سالہ جوبلی فنڈ

دوم:۔ تربیتی تحریکات۔ مثلاً قرآن مجید کی تلاوت۔ درس و تدریس۔ استغفار۔ تسبیح و تحمید وغیرہ

مالی تحریکات میں جماعت کا وہ طبقہ حصہ لے سکتا ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت سے نوازا ہے۔ لیکن تربیتی تحریکات میں جماعت کا ہر فرد جس میں ذرہ بھر بھی اخلاص اور تقویٰ ہو آسانی حصہ لے سکتا ہے۔ میں ان تحریکات میں سے اس وقت صرف تین تحریکات کا ذکر کروں گا جس میں جماعت کا ہر فرد بشرطیکہ وہ مصمم عزم کرے شمولیت اختیار کرکے اس کے بابرکت نتائج سے متمتع ہو سکتا ہے۔

پہلی تحریک:۔ تعلیم قرآن اور وقف عارضی کی تحریک ہے۔ چنانچہ آپ نے ان تحریکات کا اعلان کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن مجید پڑھنا نہ آتا ہو۔"

پھر فرمایا:۔

"قرآن کریم کے بغیر آپ کے گھر بھی بے برکت رہیں گے۔ ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہیئے کہ اس میں رہنے والا ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ وہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو۔ صبح کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو۔"

پھر فرمایا:۔

"ہمیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے رضاکار چاہئیں جو اپنے اوقات میں سے ایک حصہ قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کے لئے یا جہاں ترجمہ سکھانے کی ضرورت ہو وہ قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کے لئے دیں تا یہ اہم کام جلدی اور خوش اسلوبی سے

کیا جا سکے۔" (الفضل ۱۹ر فروری ۱۹۴۳ء)

قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا اور ہمہ تن گوش ہو کر سننا خیر و برکت کا موجب ہے۔ قرآن پڑھنے کو خدا تعالیٰ نے لازمی قرار دیا ہے۔ ہر نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

ان افضلکم من تعلم القرآن و علمہ (بخاری)

کہ تم میں سے وہ شخص افضل ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے

پھر فرمایا۔

یجیٔ صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یا رب حلہ فیلبس الکرامۃ (ترمذی)

قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے آئیں گے تو قرآن خداوند تعالےٰ سے قاری کے بارے میں عرض کرے گا کہ اے میرے رب تو اسے تاج کرامت عطا فرما۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان لوگوں کے مراتب بڑھائے تھے جو قرآن شریف پڑھتے تھے۔ آپؐ نے ایک دفعہ ایک لشکر ترتیب دیا اور ایک کم عمر سپاہی کو سپہ سالار بنا دیا۔ کیونکہ وہ باقی سب سپاہیوں سے قرآن زیادہ جانتا تھا۔ (ترمذی جلد ثانی)

شہدائے اُحد کو جب آپؐ نے دفن فرمایا تو کفن کی قلت کے باعث ایک ہی چادر میں کئی شہداء رکھے گئے۔ اور رکھتے وقت آپؐ دریافت فرماتے تھے کہ کس کو کس قدر قرآن یاد تھا۔ جس کو زیادہ قرآن یاد ہوتا اسے قبلہ کی جانب مقدم کرتے۔ اسی طرح امامت اور گورنری کے منصب کے لئے انہی لوگوں کو منتخب کیا جاتا جو قرآن مجید کے ماہر ہوتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے خدمت قرآن کریم اور احیائے شریعت کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن خوش نصیبوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ ان میں سے ایک حضرت مولانا برہان الدین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ ان کے متعلق آپؑ نے خود فرمایا

"وہ اوّل ہی اوّل ہوشیار پور میرے پاس گئے۔ ان کی طبیعت میں حق کے لئے ایک سوزش اور جلن تھی۔ مجھ سے قرآن پڑھا۔ بائیس برس سے میرے پاس آتے تھے صوفیانہ مذاق تھا جہاں فقراء کو دیکھتے وہیں چلے جاتے۔ میرے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے۔"

اسی طرح حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قرآن مجید پڑھنے کی سعادت

نصیب ہوئی۔ آپ بڑے فخریہ انداز میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"حضرت اقدس علیہ السلام مجھے بار بار فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو۔ اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو۔ اور سنا کرو۔ اگر تم نے دو تین سپارے بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تمہیں قرآن مجید سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جائے گا۔ یہ بات مجھے حضرت اقدس علیہ السلام نے شائد پچاس مرتبہ کہی ہوگی۔ اور در حقیقت میں اسرار قرآنی اور تفسیر کلام رحمانی سے نا آشنا اور نا واقف تھا۔ پس حضرت اقدس علیہ السلام کے فرمانے سے درس میں بیٹھنے لگا۔ اور قرآن شریف سننے لگا اور پھر ایک لطف ایسا آنے لگا کہ جس کا بیان میری حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اور آپ ہی کی برکت سے مجھے قرآن شریف کی تفہیم ہوتی گئی۔ اور خود حضرت اقدس علیہ السلام بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے۔ اور مطالب قرآن شریف سمجھایا کرتے تھے۔" (تذکرۃ المہدی سفر نامہ ۲۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ خواہش کہ قرآن پاک کی اشاعت دنیا بھر میں ہو جائے۔ اس کی ترجمانی آپ کے اس فارسی شعر سے ہوتی ہے :-

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر ❊ بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

اگر مجھے یہ نظر آجائے کہ قرآن پاک کا دلکش حسن روئے زمین پر عیاں ہو گیا ہے اور قرآنی حقائق و معارف کی برملا اشاعت ہو گئی ہے۔ تو میں خوشی و مسرت سے اچھلنے لگ جاؤں گا۔

ایک دوسرے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے فرمایا :-

"جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ احمدیت کی ترقی اور اسلام کا غلبہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم خود کو بھی اور اپنے ماحول کو بھی قرآن کریم کے انوار سے منور کریں اور منور رکھیں"۔ (الفضل ۱۹۶۷ء)

اسی طرح آپ نے احمدی خواتین کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :-

"میں قرآن کریم کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ جب گھروں کو واپس جائیں تو قرآن کریم کو پہلے سے زیادہ توجہ دیں اور اپنے گھروں میں قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کو رائج کریں اسی طرح اپنی لجنہ میں بھی اور اپنے محلّہ میں بھی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ دیکھو میں نے تمہارے ہاتھ میں قرآن کریم دیا اور میں نے تم پر اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے تفسیر کے دروازے کھولے تھے تم نے کیوں اس گھر میں قدم نہ رکھا" (الفضل ۱۲ فروری ۱۹۶۷ء)

وقف عارضی۔ آپ نے اس سکیم کا اجرا ۱۹۶۶ء کے آغاز میں فرمایا اس بارہ میں آپ فرماتے ہیں:۔
"میں جماعت کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتے سے چھ ہفتے تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ بڑے بڑے کام جوان دوستوں کو کرنے پڑیں گے ان میں سے ایک تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کی مہم جو جاری کی گئی ہے۔ اس کی انہیں نگرانی کرنا ہوگی۔ اور اسے آگے منظم کرنا ہوگا۔"

"مربیوں کو چاہیئے اور عام عہدے داروں کو بھی چاہیئے بلکہ ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کو بھی اور اپنے بھائی کو بھی تلقین کرے کہ وہ وقف عارضی میں شامل ہو۔"

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے مخلصین نے اپنے امام کی اس آواز پر لبیک کہا اور اب اس کا اجرا بیرونی دنیا میں بھی ہو چکا ہے اور اس کے بہت ہی مفید نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

دوسری تحریک جس کا اجرا آپ نے جماعت کی ترقی اور تزکیہ نفس کے لئے فرمایا وہ تحریک استغفار اور خاص دعاؤں کی تحریک ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

"ہماری جماعت کے ذمہ تمام دنیا میں اسلام کے جھنڈے بلند کرنا ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری تمام بشری کمزوریاں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر کے نیچے دبی رہیں۔ اور ان کا ظہور نہ ہو۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ جماعت کے تمام مرد اور تمام خواتین جن کی عمر ۲۵ سال سے اوپر ہے۔ وہ دن میں کم از کم سو بار، جن کی عمر ۲۵ سال اور پندرہ سال کے درمیان ہے وہ دن ۳۳ بار جن کی عمر ۱۵ اور ۷ سال کے درمیان ہے وہ دن میں گیارہ بار اور چھوٹے بچے جن کی عمر ۷ سال سے کم ہے وہ روزانہ کم از کم ۳ بار استغفار کیا کریں۔"

(الفضل - ۱۱ اپریل ۱۹۶۹ء)

استغفار سلوک کی طبعی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ خدا تعالیٰ کے دو نام الحّی اور القیّوم ہیں۔ الحّی چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور القیّوم چاہتا ہے کہ اس کا سہارا طلب کیا جائے۔ اور یہی استغفار کا مقصد ہے۔ استغفار کے معنی ہیں کہ گناہ سرزد نہ ہو۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان کے بد نتائج سے محفوظ رکھا جائے۔ استغفار وصول الی اللہ کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تنگدستوں پر رزق کے دروازے کھولتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قرض سے سبکدوشی کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا استغفار بہت پڑھا کرو۔

ایک مرتبہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اب جوانی

کا وقت ہے آپ کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی عطا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں بے شک اب وقت ہے جوان ہو۔ بڑھاپے میں تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہم تمہیں ایسا وظیفہ بتائیں گے کہ وصلِ الٰہی اور لقائے الٰہی حاصل ہو جائے گا۔ اس طرح تم تم نہ رہو گے۔ صرف تم میں اللہ ہی اللہ ہو جائے۔ تم نیست ہو جاؤ اور خدا میں مل جاؤ۔ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی نسبت فرماتے ہیں اللہ اللہ فی اصحابی کہ میرے صحابہ کے وجود میں خیال میں، ذہن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ اب تم بعد نماز کے دس بار درود شریف اور دس بار استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اور ۳۱ بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم سوچ سمجھ کر پڑھا کرو۔ اور جو کسی وقت ۳۱ مرتبہ لاحول ..... نہ ہو سکے تو ۲۱ بار اگر ۲۱ بار نہ ہو سکے تو گیارہ بار ضرور پڑھ لینا۔ (تذکرۃ المہدی)

پھر آپ نے بعض معین دعائیں کرنے کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ مثلاً (۱) ربّ کل شیئٍ خادمک ــ ربّنا افرغ علینا صبراً۔ اسی طرح آپ نے تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے اس بارے میں حضور کا ارشاد حسب ذیل ہے۔ فرمایا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے والی بن جائے۔ اس طرح پر کہ ہمارے مرد ہوں یا عورتیں روزانہ کم از کم ۲۰۰ بار تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ہے۔ یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و اٰلِ محمد۔"

اس بارہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کا ورد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کمزوری سے پاک۔ اور ہر ایک چیز پر قادر سمجھتا ہے۔ اس کی ہمت اور طاقت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت زکریا بہت بوڑھے تھے۔ اولاد کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ذکر الٰہی کرنے کا ارشاد فرمایا۔

واذکر ربّک کثیراً و سبّح بالعشی والابکار

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے خدمت کے لئے حضور سے ایک خادمہ طلب کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یعنی ذکر الٰہی سے اللہ تعالیٰ ایسی طاقت بخش دے گا کہ کسی مدد کرنے والے کی حاجت نہ رہے گی۔

درود شریف بھی بہت اعلیٰ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا حکم دیا ہے۔ درود کیلئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب، مدارج اور معارج کی ترقیات کے لئے دعا کرنا۔ ہم اگر زبان سے کہتے ہیں کہ حضور کا وجود ملت ہو تو ہمیں حضور کے احسانات سے بیان کرنے میں اپنی کوشش اور جدوجہد بھی

کرنی چاہیئے کہ دنیا کے کناروں تک یہ نور اور روشنی پھیل جائے، اور عوام وخاص احمدیت کے گرویدہ ہو جائیں۔ جیسے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اس طرح کروڑوں صوتی لہریں خدا تعالیٰ کی حمد اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے نتیجہ میں فضا میں گردش کھانے لگ جائیں گی"

ہماری جماعت کو بخوبی علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے جو حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ اس میں بھی درود شریف کا بہت بڑا دخل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

"اسی مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے جاتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔ یعنی ارادہ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص محی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اختلاف میں ہیں۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس سے مطلب یہ تھا کہ شرط اعظم اس عہدے کی محبت رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔"

اسی طرح مکاشفۃ القلوب جو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے کہ ایک شخص کی حضور اقدس سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے اس شخص سے اپنا منہ موڑ لیا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہیں پھر آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا حضور مجھ سے ناراض ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر آپ نے مجھ سے منہ کیوں موڑ لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے آپکو نہیں پہچانا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ یہ تو علماء نے بتایا ہے کہ آپ امت کے ہر فرد کو پہچانیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ درست ہے۔ ہم اس شخص کو پہچانتے ہیں۔ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

ہماری جماعت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایسے میدان میں کھڑا ہو۔ جس میں چاروں طرف سے تیر چل رہے ہوں۔ کوئی تیر کان کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ کوئی بازو کے پاس سے کوئی سر پر سے۔ یہ تیر کیا ہیں۔ یہ جسمانی

منتخب احادیث برائے نصاب امتحان

انصار اللہ سہ ماہی دوم ۱۳۵۷ ہش / ۱۹۷۸ء

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا (مسلم)

فرمایا جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکے بدلہ میں اس شخص پر دس مرتبہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔

۲۔ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ (بخاری)

دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بہت وزنی ہیں اور اللہ تعالےٰ کو بہت پیارے ہیں۔ وہ کلمات سبحان اللہ وبحمدہ ، سبحان اللہ العظیم ہیں۔

۳۔ يُلْبَسُ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ تَاجَ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مستدرک)

صاحب قرآن کو قیامت کے دن تاج کرامت پہنایا جائے گا۔

۴۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (بخاری)

صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کی ہی کیوں نہ استطاعت ہو۔

۵۔ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ (ترمذی)

فرمایا کہ میں اور یتیم کی حفاظت کرنے والا جنّت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح میری یہ دو انگلیاں ہیں۔ یہ فرماتے ہوئے حضورؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھا کر باہم پیوست کر دیں

۶۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ (ابن ماجہ)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔

۷۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (ابن ماجہ)

گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

۸۔ كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ اَخَذَهَا حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا۔ (ترمذی)

فرمایا دانائی کی بات تو مومن کی اپنی ہی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ اس لئے جہاں سے اسے ملے لے لے۔ کیونکہ وہی اس کا بہتر حقدار ہے۔

۹۔ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنْ يَدِ السُّفْلٰى (موطاء امام مالک)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وخیرات دینے اور سوال سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اوپر کا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے کے ہاتھ (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے

۱۰۔ اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ (ابن ماجہ)

جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کا واجبی اکرام کیا کرو۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

(بقیہ صفحہ ۳۶)

اور روحانی امراض، وبائیں، آفتیں، بلائیں، فسادات اور حادثات وغیرہ وغیرہ ہیں۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسے میدان میں جس میں بارانِ تیر کا یہ طوفان ہو کوئی اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اس بچاؤ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور رحم ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم اسی سے دعائیں مانگیں اور استغفار کریں اور اسی کے آگے تضرع اور آہ وزاری کریں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔ کہہ دے کیا پرواہ کرے گا میرا رب اگر تم دعا نہ کرو گے۔ حق تو یہ ہے کہ جب دوسرے کو پرواہ نہیں، ضرورت نہیں طلب نہیں، بے قراری، آہ وزاری نہیں تو دینے والا کیا دے گا۔

اے بھائیو! ہم سب حزب اللہ یعنی اللہ تعالےٰ کی جماعت ہیں۔ آؤ ہم سب مل کر امام کی مقرر کردہ تحریکات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوں۔ ہم کمزور ہیں اور ضعیف ہیں۔ غلطی، گناہ، خطا اور بھول چوک سے معصوم نہیں ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ جب ہم کسی کام میں دکھ اٹھائیں یا نقصان یا ناکامی کا منہ دیکھیں تو اس کو اپنی ہی جان کی طرف منسوب کریں۔ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ کے مطابق اپنے نفس کو پاک اور صاف قرار نہ دیں یہ کہیں کہ یہ ہمارا اور ہمارے نفسوں کا قصور ہے۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ان روحانی تحریکات کے بارہ میں اپنی ذمہ واریوں کو ادا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اسکی توفیق بخشے۔ وھو خیر المحسنین

زعماء انصار اللہ توجہ فرمائیں

مجلس مشاورت کے موقعہ پر مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء کو مجلس مرکزیہ میں ناظمین اعلیٰ / اضلاع کی میٹنگ میں صدر محترم نے فرمایا تھا کہ یتامٰی کی پرورش، تربیت اور خبرگیری کی ذمہ داری انصار پر آتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجالس اپنے ہاں یتامٰی کی فہرست تیار کریں۔ اور موزوں اور سمجھ دار انصار میں سے ہر بچہ کا ایک گارڈین مقرر کر دیا جائے۔ جو بچہ کی تعلیمی ترقی کی نگہداشت اور تربیت و اخلاقی نگرانی کی ذمہ داری ہے۔ اور دینی و دنیوی بہبود کے لئے حسب ضرورت مشورہ دے۔ اور زندگی کے نشیب و فراز میں بچہ کی راہ نمائی کرے۔

زعماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ جلد اپنے ہاں ایسا انتظام کر کے یتامٰی کی فہرست معہ کوائف اور گارڈین کے اسماء اور پتہ جات مرکز کو بھجوائیں۔ مطلوبہ کوائف ملنے پر انشاء اللہ تعالےٰ انہیں مزید ہدایات بھجوائی جائیں گی۔

(قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

قابلِ توجہ مجالس انصار اللہ

جن مجالس نے تاحال یہ سرٹیفکیٹ نہیں بھجوایا کہ ان کی مجلس کے سو فیصدی اراکین تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل ہیں وہ اب جلد از جلد اس قسم کا سرٹیفکیٹ بھجوادیں۔ شکریہ

(قائد تحریک جدید ربوہ)

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں

چندہ دینے والے اصحاب

(قسط نمبر ۱۸)

مبلغ ۲۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں ادا کرنے والے معطی حضرات کی قسط نمبر ۱۸ درج ذیل ہے۔ گیسٹ ہاؤس کی عمارت پر نصب ہونے والی سنگِ مرمر کی یادگار تختیوں پر ایسے تمام حضرات کے اسماء گرامی کندہ کروائے جا رہے ہیں۔ جو احباب اپنے یا اپنے والدین یا فوت شدہ عزیز و اقارب کے نام ان یادگار تختیوں پر محفوظ کروانا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے موقعہ ہے کہ مبلغ ۲۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم ادا کر کے اس کارِ خیر میں شامل ہوں۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے یادگار چھوڑ جائیں۔

۱۔ چوہدری سلطان بخش صاحب مرحوم اٹھوال پسر چوہدری محمد اصغر صاحب اٹھوال بدین ... ۔۔ ۲۰۰ روپے

۲۔ ڈالدہ مرحومہ حسین بی بی صاحبہ و اہلیہ سردار بی بی صاحبہ
میاں غلام محمد صاحب ریٹ برج انسپکٹر شیخ پورہ گجرات } ... ۔۔ ۲۰۰ ″

۳۔ حکیم سردار محمد صاحب مرحوم منجانب پسر ڈاکٹر سلیم احمد صاحب خلیل ڈگری تھرپارکر ... ۔۔ ۲۰۰ ″

۴۔ رانا غلام مرتضیٰ خان صاحب چک ۱۸۸ فیصل آباد منجانب محمد خان صاحب مغربی جرمنی ... ۔۔ ۲۰۰ ″

۵۔ جنت بی بی صاحبہ بیوہ چوہدری رحمت علی صاحب چک ۱۸۸ فیصل آباد
منجانب محمد افضل خان صاحب مغربی جرمنی } ... ۔۔ ۲۰۰ ″

۶۔ مکرم محمد شریف صاحب بٹ کراچی ... ۔۔ ۲۰۰ ″

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

رسالہ انصار اللہ توسیع اشاعت
کے لئے آپ کے تعاون کا محتاج ہے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قبولیت عبادات کے لئے متقی ہونا شرط ہے

"بار بار قرآن شریف کو پڑھو اور تمہیں چاھئیے کہ برے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ اور پھر خداتعالی کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ ان بدیوں سے بچتے رہو۔ یہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہو گا ۔ جب تم ایسی سعی کروگے تو اللہ تعالی پھر تمہیں توفیق دے گا اور وہ کافوری شربت تمہیں دیا جاوے گا جس سے تمہارے گناہ کے جذبات بالکل سرد ہو جائیں گے اس کے بعد نیکیاں سرزد ہونگی ۔ جب تک انسان متقی نہیں بنتا یہ جام اسے نہیں دیا جاتا اور نہ اس کی عبادات اور دعاؤں میں قبولیت کا رنگ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے ۔ انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی بےشک اللہ تعالی متقیوں ہی کی عبادات قبول فرماتا ہے ۔ یہ بالکل سچی بات ہے ، کہ نماز روزہ بھی متقیوں ہی کا قبول ہوتا ہے ۔ ان عبادات کی قبولیت کیا ہے اور اس سے مراد کیا ہے ؟

سو یاد رکھنا چاھئیے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز قبول ہو گئی ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ نماز کے اثرات اور برکات نماز پڑھنے والے میں پیدا ہو گئے ہیں ۔ جب تک وہ برکات اور اثرات پیدا نہ ہوں اس وقت تک نری ٹکریں ہی ہیں ۔ اس نماز یا روزہ سے کیا فائدہ ہو گا جبکہ اسی مسجد میں نماز پڑھی اور وہیں کسی دوسرے کی شکایت اور گلہ کر دیا ۔ یا رات کو چوری کر لی ۔ کسی کے مال یا امانت میں خیانت کر لی ۔ کسی کی شان پر جو خداتعالی نے اسے عطا کی ہے بخل یا حسد کی وجہ سے حملہ کر دیا ۔ کسی کی آبرو پر حملہ کر دیا ۔ غرض اس قسم کے عیبوں اور برائیوں میں اگر مبتلا کا مبتلا رہا تو تم ہی بتاؤ اس نماز نے اسے کیا فائدہ پہنچایا ؟

چاھئیے تو یہ تھا کہ نماز کے ساتھ اس کی بدیاں اور برائیاں جن میں وہ مبتلا تھا کم ہو جائیں اور نماز اس کے لئے ایک عمدہ ذریعہ ہے ۔ پس پہلی منزل اور مشکل اس انسان کے لئے جو مومن بننا چاھتا ہے یہی ہے کہ برے کاموں سے پرہیز کرے ۔ اسی کا نام تقویٰ ہے"۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۷۶-۷۷)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔